قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعرات 04 فروری 2021ء | 21 جمادی الثانی 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:30

فرمانِ رسول ﷺ

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَا مِنۡ مَّوۡلُوۡدٍ اِلَّا یُوۡلَدُ عَلَی الۡفِطۡرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ اَوۡ یُمَجِّسَانِہٖ کَمَا تُنۡتَجُ الۡبَھِیۡمَۃُ بَھِیۡمَۃً جَمۡعَآءَ ھَلۡ تُحِسُّوۡنَ فِیۡھَا مِنۡ جَدۡعَآءَ؟ (مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ (یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے) جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا۔ کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ (یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اسے عیب دار بنا دیتے ہیں۔)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

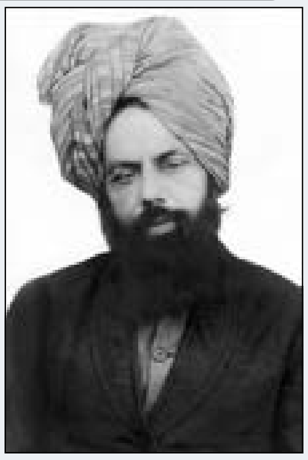

ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہدایت اور تربیّتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچّوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ اور ہم اُس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔ہم تو اپنے بچّوں کے لئے دُعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پُورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا۔ وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ 309ایڈیشن 1988ء)

اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اَور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بُت پرستی ہے۔

اولاد چیز کیا ہے؟ بچپن سے ماں اس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دُکھ اور تکلیف کے وقت وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آجاتے ہیں۔ نہ بیٹا کام آسکتا ہے نہ باپ نہ ماں نہ کوئی اور عزیز۔ اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس ان کی اس قدر محبّت اور پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ (التغابن:16) اولاد اور مال انسان کے لیے فتنہ ہوتے ہیں۔ دیکھو اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کُل اولاد جو مرچکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہوگا تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جانے کا خیال بھی کریگا؟

پس انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے۔ جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر بُرا مناتا ہے وہ بخیل بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا تعالیٰ نے اس کے سُپرد کی تھی بخل کرتا ہے اور بخیل کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنّت میں نہیں جائے گا۔ پس ایسا شخص جو خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے اس کی عبادت نماز، روزہ بھی کسی کام کے نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم۔صفحہ 602، 603 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ۔

(ابراہیم: 36)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اولاد کو دین سکھانے اور دین سے منسلک رکھنے کے لئے، ان کی دینی تربیت کی طرف کم از کم اتنی کوشش تو انسان کی ہو جتنی دنیاوی کوششیں ہوتی ہیں۔ دنیا کی طرف زیادہ کوشش ہوتی ہے اور دین کی طرف بہت کم کوشش۔ اسی وجہ سے پھر بعض لوگوں کو ابتلاء بھی آتے ہیں۔مشکلات میں بھی پڑتے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اولاد کی خواہش ہوتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ’’بعض اوقات صاحب جائیداد لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ کوئی اولاد ہو جاوے جو اس جائیداد کی وارث ہو‘‘۔ گویا کہ اولاد کی خواہش صرف جائیداد کے لئے ہے ’’تا کہ جائیداد غیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جاوے۔‘‘ آپ فرماتے ہیں ’’مگر وہ نہیں جانتے کہ جب مر گئے تو شرکاء کون اور اولاد کون؟‘‘ سبھی غیر بن جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ’’اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادمِ دین ہو۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں یہ بھی دعا سکھائی کہ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) کہ میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً مَیں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بلا شبہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہاں اولاد کی اصلاح کرنے کی دعا کی ہے تو ساتھ اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ میں تیری طرف رجوع کرنے والوں اور فرمانبرداروں میں سے بنوں یا ہوں۔ پس اولاد کے لئے جب دعا ہو تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری ضروری ہے تبھی دعا قبول ہوتی ہے۔ پس ماں کی بھی اور باپ کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی اصلاح کے لئے، ان کی تربیت کے لئے مستقل اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کی بہتری کے لئے دعا مانگتے رہیں اور اپنے نمونے اولاد کے لئے قائم کریں۔ اگر اپنے نمونے اس تعلیم کے خلاف ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اگر اپنے نمونے اس نصیحت کے خلاف ہیں جو ماں باپ بچوں کو کرتے ہیں تو پھر اصلاح کی دعا میں نیک نیتی بھی نہیں ہوتی۔ اور جب اس طرح کا عمل نہ ہو تو پھر یہ شکوہ بھی غلط ہے کہ ہم نے اپنی اولاد کے لئے بہت دعا کی تھی لیکن پھر بھی وہ بگڑ گئی یا ہمیں ابتلاء میں ڈال دیا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 جولائی 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- آؤ حسن یار کی باتیں کریں (منظوم)
- تعارف سورۃ الاحقاف
- ہمارا مشفق خدا
- تعارف صحابہ

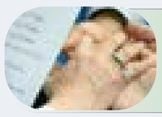

دربارِ خلافت

حضرت مستری اللہ دتہ ولد صدر دین صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ بھانبڑی، حضرت میراں بخش صاحب، حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحب چھبر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مستری اللہ دتہ ولد صدر دین صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ بھانبڑی ضلع گورداسپور کہتے ہیں کہ 1894ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور 1894ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ ’’میرے استاد کا نام مہر اللہ تھا۔ میں نے اُن سے قرآن شریف سادہ پڑھا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ امام مہدی ظاہر ہونے والا ہے اس کی بیعت کر لینا۔ جب خبر سنائی دی کہ قادیان میں حضرت امام مہدی ظاہر ہو گئے تو میں نے اپنے استاد مہر اللہ صاحب کے کہنے پر بیعت کر لی۔ مَیں نے اور میرے بھائی رحمت اللہ صاحب نے قادیان میں آ کر بیعت دستی کر لی تھی۔ اور بھانبڑی سے ہمیشہ جمعہ قادیان میں آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دوست اگر تمہارے پاس آیا کریں تو ان کی خاطر تواضع کیا کرو۔ ماسٹر عبدالرحمان صاحب بی اے بھانبڑی بھی ہمارے پاس جایا کرتے تھے اور مفتی فضل الرحمان صاحب بھی کبھی کبھی جایا کرتے تھے‘‘۔ کہتے ہیں کہ ’’میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی اکثر دفعہ سنا ہے کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سلسلہ سچا ہے۔ اس کو انشاء اللہ زوال نہ ہو گا۔ جھوٹ تھوڑے دن رہتا ہے اور سچ سدا رہتا ہے۔ کچھ زمیندار مہمان قادیان میں آ گئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اس وقت صبح آٹھ بجے کا وقت ہو گا۔ حضرت صاحب نے باورچی سے پوچھا۔ کچھ کھانا ان کو کھلایا جائے۔ باورچی نے کہا کہ حضور رات کی بچی ہوئی باسی روٹیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کچھ حرج نہیں ہے لے آؤ۔ چنانچہ باسی روٹیاں لائی گئیں۔ حضور نے بھی کھائیں اور سب مہمانوں نے بھی کھالیں۔ غالباً وہ مہمان قادیان سے واپس اپنے گاؤں اٹھوال کو جانے والے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ باسی کھالینا سنت ہے‘‘۔ (رجسٹر روایت صحابہ نمبر 4 صفحہ 106 روایت حضرت مستری اللہ دتہ صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت میراں بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد میاں شرف الدین صاحب درزی گوجرانوالہ آبادی چاہ روڈا محلہ احمد پورہ لکھتے ہیں کہ ’’خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت قریباً 1897ء یا 1898ء میں کی۔ مگر اپنے والد صاحب سے کچھ عرصہ تک اس امر کا اظہار نہ کیا۔ آخر کب تک پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ بھید کھل گیا تو والد صاحب نے خاکسار کو صاف جواب دے کر گھر سے نکال دیا۔ تو خاکسار نے خدا رازق پر توکل کر کے ایک الگ دوکان کرایہ پر لے لی۔ تنگدستی تو تھی ہی مگر دل میں شوق تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے بموجب حیثیت حضرت اقدسؑ کے لئے ایک پوشاک بنا کر اور اپنے ہاتھ سے سی کر حضور کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اسی خیال سے مَیں نے ایک کرتہ ململ کا اور ایک سلوار لٹھے کی اور ایک کوٹ صرف سیاہ رنگ کا اور ایک دستار ململ کی خرید کر اور اپنے ہاتھ سے سی کر پوشاک تیار کر لی اور قادیان شریف کا کرایہ ادھر ادھر سے پکڑ پکڑا کر قادیان شریف پہنچ گیا۔ دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے خیال تھا کہ اگر ہو سکے تو یہ ناچیز اور غریبانہ تحفہ آج ہی حضور کی بقیہ صفحہ 3 پر

آو حسن یار کی باتیں کریں

آو حسن یار کی باتیں کریں
یار کی، دلدار کی باتیں کریں
اک مجسم خلق کے قصے کہیں
احمد مختار کی باتیں کریں
جس کو سب سرکار دو عالم کہیں
ہم اسی سرکار کی باتیں کریں
اک گل خوبی کا چھیڑیں تذکرہ
حسن خوشبودار کی باتیں کریں
غم غلط ہو جائیں سب کونین کے
جب بھی اس غمخوار کی باتیں کریں
جس کی ستاری پر دل قربان ہے
ہم اسی ستار کی باتیں کریں
پھر غم جاناں کی چادر اوڑھ کر
غم کے کاروبار کی باتیں کریں
حسن سے حسن طلب کی داد لیں
عشق کی، تکرار کی باتیں کریں
یار ہے آمادہ لطف و کرم
کیوں عبث انکار کی باتیں کریں
پھر بہار آئی ہے اک مدت کے بعد
پھر گل و گلزار کی باتیں کریں
غیر کو جلنے دیں اس کی آگ میں
مسکرائیں، پیار کی باتیں کریں
پی لیا دریا کا پانی ریت نے
آؤ دریا پار کی باتیں کریں
شب گزیدو! آؤ مل کر صبح تک
صبح کے آثار کی باتیں کریں
صبح ہونے کو ہے مضطر! آیئے
مطلع انوار کی باتیں کریں

چوہدری محمد علی مضطر عارفی

آج کی دعا

طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا

(جامع ترمذی باب ما جاء فی زِیَارَۃِ الِاخْوَانِ حدیث: 2008)

ترجمہ: تو خوش رہے۔ تیرا چلنا مبارک ہو۔ جنت میں تیرا ٹھکانہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے کسی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا منادی صدا لگاتا ہے کہ: تو خوش رہے (تمہاری دنیاوی و اخروی زندگی مبارک ہو)، تیرا چلنا مبارک ہو۔ جنت میں تیرا ٹھکانہ ہو۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم فرمایا تھا اور سات ہی چیزوں سے منع بھی فرمایا تھا (جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا ان میں) انہوں نے مریض کی عیادت، جنازے کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام کا جواب دینے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے (کی دعوت) قبول کرنے، اور قسم کھانے والے کو اس کی قسم کے پورا کرنے میں مدد کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ 2445)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ابو سلطان

تعارف سورۃ الاحقاف (46 ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 36 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

حٰمٓ گروپ کی یہ آخری سورت ہے۔اپنے گروپ کی دوسری سورتوں کی طرح یہ سورت بھی نبوت کے مکی دور کے وسط کی ہے اور ہجرت سے قبل کی ہے۔نوڈلکے نے اس سورت کاوقت نزول ساتویں سورت (سورۃ الاعراف) کے بعد رکھا ہے۔یہ سورۃ حٰمٓ گروپ کی دیگر سورتوں سے اپنی طرز اور وضع میں خوب مشابہت رکھتی ہے۔گزشتہ سورت کا اختتام اس حتمی بیان پر ہوا تھا کہ خدا غالب اور حکمت والا ہے۔موجودہ سورت میں اس بیان کے مدلل دلائل دیے گئے ہیں۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا نزول ایک پرحکمت اور غالب خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ خدا کی حکمت سے مراد یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات کی بنیاد نہایت ٹھوس (دلائل پر مبنی) ہیں اور اس کی تائید منطق، عقل اور کل انسانی تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جا سکتی ہے۔اور اللہ غالب ہے، سے مراد یہ ہے کہ اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزارنے سے مسلمان اپنے مخالفین پر غلبہ اور فتح پا جائیں گے۔

مضامین کا خلاصہ

گزشتہ چھ سورتوں کی طرح اس سورت کا آغاز بھی قرآنی وحی اور توحید باری تعالی کے مضمون سے ہوا ہے جو اس سورت کا مرکزی خیال ہے۔اور بت پرستی کے قلع قمع کے لئے درج ذیل دلائل دیے گئے ہیں۔

(الف) صرف وہی ذات حتمی حکم دے سکتی ہے اور ہم سے اپنی کبریائی اور عبادت کا تقاضا کرسکتی ہے جو ہمارے خالق اور رازق ہونے کے ساتھ ساتھ غالب اور قادر بھی ہو۔تو تب ہی وہ ہمیں اپنے قوانین اور احکامات کی فرمانبرداری کرنے پر مجبور کرسکتی ہے۔

(ب) بت پرستی کی تائید کسی الہامی صحیفے سے نہیں ملتی۔

(ج) انسانی علم، عقل اور تجربہ بت پرستی کو دھتکارتا ہے اور اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔

(د) ایک مورتی، جو ہماری دعاؤں کا جواب نہ تو دے سکتی ہے اور نہ دیتی ہے وہ کس کام کی ہے؟اورمشرکوں کے نام نہاد بت، اپنے عقیدت مندوں کی پکار کا جواب دینے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوی نبوت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ خدا کے رسول مختلف اوقات میں مختلف اقوام میں آتے رہے ہیں تا کہ انہیں توحید باری تعالی اور حقوق العباد سکھائیں۔ پھر یہ سورۃ کفار کی ایک بے وقوفانہ اور سطحی بات کا رد کرتی ہے جو وہ وحی کے متعلق کرتے ہیں کہ اگر اس وحی میں جو ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو ہم جو زیادہ علم رکھنے والے اور صاحب ثروت ہیں اس پر ایمان لانے والے اولین میں سے ہوتے۔

اس سورت میں مزید بتایا گیا ہے کہ کفار جو اپنے دنیاوی وسائل اور معاشرتی مرتبہ اور مقام کے تکبر میں ہیں خدائی پیغام کو جھٹلاتے ہیں جبکہ ایمان اور روحانیت کی دولت والے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ باوجود شدید مشکلات اور مصائب کے ،اس سے چمٹے رہتے ہیں۔ پھر یہ سورت، یہ بتانے کے لئے کہ کفار کبھی کامیاب نہیں ہوتے،قوم عاد کے بد انجام کے متعلق بتاتی ہے جو مکہ کے قرب و جوار میں آباد تھے۔قوم عادمکمل طور پر یوں تباہ و برباد کر دئے گئے کہ ان کی شاندار تہذیب و تمدن کے باقیات بھی مٹا دئے گئے۔ اپنے اختتام پر یہ سورت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قوم کو ایک تنبیہ کرتی ہے کہ وہ اپنی دولت اور کامیابی کے گھمنڈ میں ہرگز نہ رہیں اور نہ ہی مسلمانوں کی موجودہ غربت اور کمزوری کی حالت پر اور یہ کہ اگر انہوں نے خدائی پیغام کو جھٹلانے کا سلسلہ جاری رکھا تو ان کی (ظاہری) کامیابی ان کی تباہی میں تبدیل ہو جائے گی۔

یہ سورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کرتی ہے کہ حق کے سچے سپوت ہونے کے ناطے انہیں ہرطرح کی تکالیف اور ظلم و تعدی جو ان پر روا رکھی جائے، کو نہایت صبر اور حوصلے سے برداشت کرنا چاہیے۔ جیسا کہ وہ وقت تیزی سے آن پہنچا ہے جب ان کا مقصد کامیاب ہوگا اور ان پر ظلم رواں رکھنے والے سخت ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور ان سے معافی اور رحم کے طلبگار ہوں گے۔

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

خدمتِ بابرکت میں پہنچ جائے تو شاید حضور جمعہ کی نماز سے پہلے ہی اس کو پہن کر اس غریب کے دل کو خوش کر دیں۔غرض اسی سوچ بچار میں قاضی ضیاء الدین صاحب کی دوکان پر پہنچ گیا اور ان کے آگے اپنی دلی خواہش کا اظہار کر دیا۔ وہ سنتے ہی کہنے لگے کہ چل میاں، میں تم کو حضور کی خدمت میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت اٹھ کر مجھے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ اور خواجہ صاحب کمال الدین تخت پوش کے سامنے ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی وہاں خواجہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت کیسے آئے۔ قاضی صاحب نے میری خواہش کا اظہار کر دیا۔خواجہ صاحب تھوڑی دیر خاموش رہ کر میری طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیوں میاں! مَیں ہی تمہاری وکالت کر دوں۔ مَیں نے کہا یہ تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ اس پر خواجہ صاحب نے مجھ سے وہ کپڑے لے کر حضورؑ کو پیش کر دیئے۔ اور ساتھ ہی یہ عرض بھی کر دی کہ حضور اس لڑکے کی خواہش ہے کہ حضور ان کپڑوں کو پہن کر جمعہ کی نماز پڑھیں۔خواجہ صاحب کی یہ بات سن کر حضور نے کپڑے اٹھا کر پہننے شروع کر دیئے''۔ (مطلب یہ کہ فوری تو نہیں پہنے ہوں گے لیکن دیکھنے شروع کر دیئے) ''لیکن جب کوٹ پہنا تو وہ تنگ تھا۔ تو مَیں نے عرض کی کہ حضور کوٹ بہت تنگ ہے۔ اگر اس کو اتار دیں تو میں اس کو کچھ کھول دوں۔حضور نے کوٹ اتار کر مجھے دے دیا۔ میں جلدی سے اٹھ کر بازار میں آیا اور ایک درزی کی دوکان پر بیٹھ کر تھوڑا سا کوٹ کو کھولا اور خدمت میں پیش کیا۔حضور نے کوٹ پہن لیا مگر ابھی بھی بٹن بند نہیں ہوتے تھے۔ مگر حضور نے کھینچ تان کر بٹن لگا لئے اور کچھ بھی خیال نہ کیا کہ یہ کپڑے حضور کے پہننے کے لائق بھی ہیں یا نہیں''۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 12 تا 14۔ روایت حضرت میاں میراں بخش صاحبؓ۔غیر مطبوعہ)

حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحب چھبر جو ریاست جموں کے مولوی نیک عالم صاحب کے بیٹے تھے، لکھتے ہیں کہ 1929ء میں پینشن حاصل کی اور قادیان آ گیا۔ 1907ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے تو تمام مسجد پُر ہوگئی اور کوئی جگہ باقی نہ تھی۔حضور کے ساتھ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ اُن کی بغل میں جائے نماز تھی۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا کہ جوتیاں لوگوں کی ہٹا کر جائے نماز بچھا دی جاوے جس پر شمال کی طرف ڈاکٹر صاحب مذکور اور ان کے بائیں طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے بائیں طرف عاجز راقم نے نماز پڑھی۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ اُس دن حضرت صاحب جری اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر سب تقریروں کے بعد تھی۔یعنی کم از کم پانچ گھنٹے بعد حضور کی تقریر ہوئی تھی۔ پہلے مقررین کی تقریروں میں سے راقم نے کچھ نہیں سنا اور حضرت جری اللہ مسیح موعود الصلوۃ والسلام کی پاک صورت اور مبارک چہرے پر میری نظر تھی اور میں زار زار رو رہا تھا۔ غالباً اس کی وجہ اب مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں نے زندگی میں اس کے بعد حضور انورؑ کو نہیں دیکھنا تھا۔ اس لئے اس روز راقم نے پانچ گھنٹہ حضور کے رُوئے مبارک کو ٹکٹکی باندھے دیکھا اور بخدا مجھے کسی کی تقریر کا کوئی حصہ یاد نہیں ہے اور اس عرصہ میں زار قطار رویا اور پر جوش محبت سے گریہ و بُکا کیا۔ الحمد للہ۔ پھر اپنے وقت پر حضرت اقدسؑ سٹیج پر تشریف لے گئے اور سورہ الحمد شریف کی نہایت ہی لطیف اور لذیذ و پُر تاثیر تفسیر بیان فرمائی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 4 صفحہ 125-136 روایت حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحبؓ۔غیر مطبوعہ)

(خطبہ جمعہ 17/ دسمبر 2010ء)

تبرکات حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

ہمارا مشفق خدا

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ۔ میں اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے متعلق گمان کرتا ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا کیا سننی ہے۔ ہم تو گنہگار ہیں۔ وہ تو اولیاء اللہ کی دعائیں سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب میرا بندہ میرے متعلق بدظنی کرتا ہے تو میں بھی اس کی دعا نہیں سنتا۔ لیکن جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ سب کا مالک ہے۔ سب کا رازق ہے میں اس کے ہاتھ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوں۔ اگر برا ہوں تو بھی اس کا ہوں اور اگر اچھا ہوں تب بھی اس کا بندہ ہوں۔ وہ میری بھی پکار سنے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرا بندہ مجھ پر حسن ظنی رکھتا ہے۔ میں بھی اس کی دعا سنتا ہوں۔

فرمایا۔ دیکھو۔ ایک بچہ خواہ کتنا ہی نالائق ہو اور کتنے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے۔ ماں اس کو جھڑکتی ہے۔ بعض دفعہ سزا بھی دیتی ہے۔ مگر پھر چھاتی سے لگا لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے۔ اس کی شفقت تو ماں سے بہت زیادہ ہے۔ اس پر انسان کیوں بدظنی کرے اور اس کی ذات سے کیوں ناامید ہو۔ بے شک ہم گنہگار ہیں۔ قصوروار ہیں۔ ہم سے سخت کوتاہیاں اور نافرمانیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ مگر پھر بھی اس کی ذات سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ جب کوئی مصیبت پڑے کوئی حاجت درپیش ہو۔ فوراً اس کے آستانہ پر جھک جاؤ اور کہو۔ الٰہی! میں بڑا حاجت مند ہوں۔ میں تیرے سوا کس کو کہوں۔ کیا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہوں؟ وہ تو مدینہ میں مدفون ہیں۔ پھر کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہوں؟ وہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں۔ پس تیرے سوا اور کون ہے جس سے کہوں۔ الٰہی! تو ہی میرا آقا ہے اور میں تیرے ہاتھ کا کرشمہ ہوں۔ تو میرے سب بوجھ خود اُٹھا لے۔ میری دوڑ صرف تیرے در تک ہے۔ تو مجھ کو خالی نہ پھیریو۔ جو انسان اس طرح کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کی سنتا ہے اور ضرور سنتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے جو مجھ پر حسن ظنی رکھتا ہے میں بھی اس کے ظن کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں۔

پھر فرمایا۔ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِہٖ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ۔ کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھ کو یاد رکھتا ہے اور اگر وہ میرا ذکر لوگوں میں کرتا ہے تو میں قیامت کے دن اس سے بہتر لوگوں میں اس کا ذکر کروں گا۔ فرمایا کہ ہمیں چاہئے کہ اس پاک ذات کے اوصاف اس کے محاسن، اس کی خوبیاں لوگوں میں پھیلائیں۔ کیونکہ ہمارا خدا تمام عیوب سے پاک اور تمام کمالات اور تمام خوبیوں سے متصف ہے۔ غیر مذاہب کے معبود ہمارے خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کا خدا ایسا ہے کہ انسان کو گناہ کرنے پر مجبور بنایا اور پھر سزا کے بغیر نہیں چھوڑتا۔ بے شک وہ یہ کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے کفارہ ہو کر انسان کے گناہوں کی سزا معاف کرا دی۔ مگر اصولاً ان کا خدا بغیر سزا کے معاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح آریوں کا پرمیشور ہے۔ وہ بھی سزا کے بغیر انسان کو نہیں چھوڑتا۔ رحم اور شفقت اس کی طبیعت میں نہیں ہے حالانکہ جب ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے کو، ایک شریف انسان دوسرے شریف انسان کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی کینہ ور کیوں ہے کہ بغیر انتقام کے کسی کو نہ چھوڑے۔

اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ایسا نہیں۔ وہ نہایت رحیم و کریم ہے۔ اس کی شفقت اور اس کا رحم اس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سزا دے کر خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ ان پر رحم کرنا چاہتا ہے۔ پس ہم کو چاہئے کہ ایسے محسن خدا کی ذات کو اس کی صفات کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ ہم سفر میں ہوں یا حضر میں۔ ریل گاڑی میں ہوں یا موٹر میں۔ ہر وقت اپنے محسن اور پیدا کرنے والے خدا کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے۔ جس طرح اس نے میرا ذکر لوگوں میں کیا۔ میں بھی اس کا ذکر اپنے فرشتوں میں کروں گا۔

پھر فرمایا۔ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔ کہ اگر میرا بندہ ایک بالشت بھر میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک بازو اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں بھاگ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

فرمایا۔ دو وجودوں کے درمیان کئی قسم کے محبت کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک محبت مساوی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسے دوستوں کی محبت ہوتی ہے کہ تم جس قسم کا سلوک کرو گے ایسا ہی ہم بھی کریں گے اور دوسری محبت شفیق ماں کی ہوتی ہے کہ بچہ ماں کے پاس جاتا ہے۔ جو اسے گلے سے لگا لیتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ اماں میں بازار جاتا ہوں۔ اس کا دل شفقت سے بھر جاتا ہے اور کہتی ہے۔ لو آنہ لے لو۔ کوئی چیز لے لینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بھی ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی ایک بالشت اس کے قریب ہوتا ہے تو وہ گز بھر اس کے قریب ہو جاتا ہے اور اگر کوئی چل کر اس کے پاس آتا ہے تو وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بعض دفعہ تم ایک کھجور صدقہ دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پالتا ہے جس طرح لوگ گھوڑے کو پالتے ہیں اور پھر قیامت کے دن اس کو بہت بڑھا کر دے گا۔ دیکھو۔ انسان خدا تعالیٰ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی اس نے انسان میں چھوٹے پیمانہ پر اپنی صفات رکھ دی ہیں۔ اس کو عقل دی ہے، فہم دیا ہے، علم دیا ہے اور پھر انسان کے لئے اتنا کافی سمجھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کا سہارا بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جب لوگوں پر عذاب آیا اور انہوں نے کہا۔ یٰٓاَیُّہَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ (الزخرف:50) کہ اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لئے دعا مانگ کہ یہ عذاب ہم سے ٹل جائے۔ ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے۔ تو باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر اس نے ان کی درخواست قبول کر لی اور عذاب کو روک دیا۔ کیونکہ وہ بڑا شفیق ہے۔ انسان ذرا توجہ کرے۔ وہ فوراً مان جاتا ہے۔ یہ اسی شفقت کا نتیجہ تھا کہ جب انبیاء کے مخالفین نے ذرا رجوع کیا تو اس نے اپنی وعیدی پیشگوئیوں کو بھی ٹال دیا۔

(روزنامہ الفضل قادیان 26 جولائی 1943ء صفحہ3)

از غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہؓ

حضرت مولوی محمد امیر صاحب رضی اللہ عنہ ڈبروگڑھ (آسام۔ انڈیا)

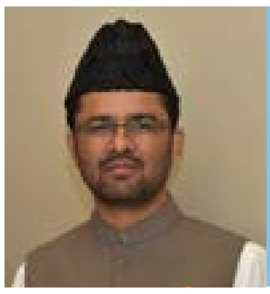

حضرت مولوی محمد امیر خان صاحب رضی اللہ عنہ اصل میں پشاور شہر کے قدیم علاقے تہکال بالا کے رہنے والے اربابوں میں سے تھے لیکن 1870ء کی دہائی میں بسلسلہ روزگار انڈیا کے دور دراز صوبے آسام کے شہر ڈبروگڑھ (Dibrugarh) میں آباد ہوگئے۔ آسام میں ہی حضرت مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین رضی اللہ عنہ آف شاہجہانپور یکے از تین صد تیرہ (بیعت: 7/جون 1892ء۔ وفات: 12/اکتوبر 1931ء) جیسے جلیل القدر اور نیک سیرت بزرگ سے ملاقات ہوئی جن سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے تبلیغی اشتہار جو اردو اور انگریزی میں 1887ء میں شائع ہوا تھا، کا علم ہوا۔ (بحوالہ الفضل 20/اکتوبر 1944ء۔ الفضل 13/اکتوبر 1950ء) آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی قبول احمدیت کا شرف پایا اور ایمان و ایقان میں بہت ترقی کی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی ذات بابرکت پر آپ کے یقین اور ایمان کا اندازہ آپ کے درج ذیل خط سے ہوتا ہے، آپ لکھتے ہیں:

’’میرا لڑکا محمد عطاء الرحمٰن آں حضرت اقدسؑ سے کامل محبت اور اخلاص رکھتے ہیں۔ اس دفعہ اُس نے جب کلکتہ میں بی اے کا امتحان دے کر مکان آیا تو بندہ نے مرشدنا و ہادینا جناب امام الزمان کی خدمت اقدس میں ان کے امتحان کی کامیابی کے بارہ میں دعا کے واسطے درخواست کیا تھا۔ اغلب کہ ضرور بالضرور آں حضرت اقدس نے دعا کی ہوگی کیونکہ اسی وقت ان کی کامیابی ایک عجیب و غریب بشارت پر ظہور پذیر ہوئی۔ ہم نے اندازاً دس تاریخ اپریل گذشتہ کو حضرت کی خدمت میں خط روانہ کیا تھا جو غالباً چودہ پندرہ تاریخ کو وہاں پہنچا ہوگا اور ضرور اسی تاریخ کو غالباً دعا ہوئی ہوگی کیونکہ پندرہ کی شب کو میرے لڑکے محمد عطاء الرحمٰن کو خواب میں بشارت دی گئی اور ساتھ ان کو یوم السبت بتلا دیا گیا۔ بعد از بیداری خواب ہمارا لڑکا یوم السبت کا منتظر رہا اور سنیچر کے روز کا تذکرہ کرتا رہا چنانچہ بفضل خداوند پروردگار اور بہ طفیل آں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دو چار ہی روز کے اندر عین یوم السبت یعنی سنیچر ہی کے روز میرے لڑکے کی کامیابی کے تین عدد ٹیلیگراف میرے لڑکے کے نام سے کلکتہ اور گوہٹی وغیرہ جگہ سے موصول ہوئے۔ واقعی امر یہ ہے کہ مجھ کو اس کے اس امتحان سے اس قدر خوشی حاصل نہیں ہوئی جس قدر خوشی کہ آں حضرت اقدس کی اجابت دعا اور عجیب و غریب بشارت بہ تعین روز سنیچر (یوم السبت) کے ہم لوگوں کو حاصل ہوئی۔

باین مژدہ گر جان فشانم رواست‘‘

(بدر 8/اگست 1907ء صفحہ 5 کالم 2،3)

آپ قادیان سے نہایت ہی دور دراز علاقے میں رہائش پذیر تھے لیکن قلبی لحاظ سے اپنے آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کے قریب رکھتے اور اس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب و ملفوظات کا مطالعہ اور نظموں کا پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ حضور علیہ السلام کی سیرت اور معمولات زندگی کا مطالعہ بشوق کرتے۔ اس کے لیے اخبار الحکم و بدر بہترین ذریعہ تھا۔ 1934ء میں جب اخبار الحکم ایک عرصہ بندش کے بعد دوبارہ شروع ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے اور ایڈیٹر اخبار الحکم کو لکھا:

’’برادر معظم و مکرم سلامت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ میں نے فوراً آپ کو خط لکھ کر الحکم کو بند نہ کرنے کے واسطے درخواست کی تھی لیکن آپ نے بڑی مہربانی سے الحکم کو بند نہیں کیا بلکہ برابر جاری رکھا۔ آپ کی مہربانیوں کا میں نہایت ہی ممنون و شکر گذار ہوں۔ واقعی الحکم ایک کیمیائی اور مقناطیسی اثر رکھتا ہے۔ آپ مہربانی کر کے مسیح موعود علیہ السلام کے تذکروں اور روایات کو برابر جاری رکھیے گا۔ اگر نیا مضمون نہ بھی ملے تب بھی آپ کو تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کے تذکرات اور روایات دوبارہ اور سہ بارہ الحکم میں آپ کو دُہرانا چاہیے اس سے ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ الراقم آپ کا خاکسار محمد امیر احمدی آسام‘‘

(الحکم 21/جنوری 1935ء صفحہ 2)

آپ نے مورخہ 3/ستمبر 1950ء کو 96 سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ نے اخبار الفضل میں اعلان کراتے ہوئے لکھا:

’’ڈبروگڑھ آسام سے پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب ایم اے ریٹائرڈ اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد محترم مولوی محمد امیر صاحب وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب موصوف پرانے اور مخلص احمدی تھے اور موصی بھی تھے .... مولوی محمد امیر صاحب حقیقتاً ایک بہت نیک اور بااخلاق بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔‘‘

(الفضل 8/ستمبر 1950ء صفحہ 6)

آپ کے بیٹے محترم پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب نے آپ کے متعلق لکھا:

’’.....بڑے جوشیلے، مخلص اور بہادر احمدی تھے......اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت سے مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ کی آمد کا منتظر تھا کیونکہ مجھے تفہیم ہوئی تھی کہ یہ زمانہ امام الزمان کے نزول کا متقضی تھا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور میری زندگی میں ہوا اور ان کو قبول کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔

میرے والد بزرگوار کی آواز اس دیار میں احمدیت کی تبلیغ میں سب سے پہلے اٹھی۔ مخالفت کا پیدا ہونا ضروری تھا اور زمانہ دراز تک ان کو دنیوی مشکلات اور صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا مگر وہ ہر ابتلاء پر خواہ کتنا ہی بڑا ہو، ثابت قدم رہے اور ہر فتنہ کے موقعہ پر جو دشمنان احمدیت پیدا کرتے تھے، پہاڑ کی طرح مضبوط رہے۔ ان کے وعظ و تبلیغ کے نتیجہ میں قریباً دو سو اشخاص نے احمدیت کو قبول کیا۔

آپ موصی تھے۔ جائیداد کے 1/8 حصہ کی قیمت اپنی حیات میں ہی ادا کر دی۔ آپ ایک عالم متبحر تھے۔ قرآن کریم سے ان کو عشق تھا اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کو فہم قرآن کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل مقامات کو دعاؤں کے ذریعہ حل کر لیتے تھے اور سلسلہ کے بعض بزرگوں کی تفاسیر سے توارد ہوجاتا تھا۔ سلسلہ عالیہ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو انہوں نے مطالعہ نہ کی ہو۔ دو سال سے بینائی بالکل کمزور ہوگئی تھی اور مطالعہ ناممکن ہوگیا تھا پھر بھی اخبارات سلسلہ اور تازہ تالیفات و تصنیفات میری ہمشیرگان حسن افروز بیگم و مہرالنساء بیگم (جنہوں نے ان کی خدمت آخری دم تک کی تھی) سے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ بصارت کی کمزوری کے زمانے میں بھی درثمین میں سے حضور علیہ السلام کے اشعار حفظ کرتے رہے اور جب بہت کمزور ہوگئے پھر بھی تکیہ کے نیچے درثمین رکھ چھوڑتے تھے اور آنکھوں پر زور ڈال کر اشعار یاد کرنا ان کا شغل تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری کمزوری کے لیے درثمین ٹانک ہے۔ میری بیماری کے لیے درثمین دوا اور میری روحانی غذا ہے۔ آخری دنوں میں بار بار وقت پوچھا کرتے تا کوئی نماز فوت نہ ہوجائے یہاں تک کہ آخری رات تہجد اشارے سے پڑھی.....‘‘

(الفضل 13/اکتوبر 1950ء صفحہ 4)

آپ کی اہلیہ محترمہ اشرف النساء بیگم صاحبہ نے 1937ء میں وفات پائی۔ آپ نے اعلان وفات دیتے ہوئے لکھا:

’’میری اہلیہ مسماۃ اشرف النساء 24/اپریل کو بعمر 65 برس فوت ہوگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت مخلصہ تھیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار محمد امیر ڈبروگڑھ آسام‘‘

(الفضل 2/مئی 1937ء صفحہ 2 کالم 2)

اولاد میں دو بیٹیوں مکرمہ حسن افروز بیگم صاحبہ اور مکرمہ مہرالنساء بیگم صاحبہ اور ایک بیٹے محترم عطاء الرحمٰن صاحب کا علم ہوتا ہے۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ مہرالنساء بیگم صاحبہ آسام کی شہر تنسوکیہ (Tinsukia) میں رہائش پذیر تھیں۔ (الفضل 7/اکتوبر 1967ء صفحہ 4)

بیٹے محترم عطاء الرحمٰن صاحب نہایت لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت تھے۔ دنیاوی عزت و وجاہت کے ساتھ دینی لحاظ سے بھی نہایت مخلص اور فدائی وجود تھے۔ تقریر و تحریر دونوں میں ملکہ حاصل تھا۔ اخبار بدر 12/دسمبر 1912ء صفحہ 4 اور 5 پر میرزاپور سٹریٹ کلکتہ میں واقع محمد لائق جوبلی انسٹی ٹیوشن میں آپ کے کامیاب لیکچر بعنوان ’’سچی کامیابی‘‘ درج ہے۔ ایک احمدی دوست محمد زمان ہزاروی صاحب اپنے قیام شیلانگ صوبہ آسام (اب یہ شہر صوبہ میگھالیہ میں ہے) کے مشاہدہ میں لکھتے ہیں:

’’خان بہادر مولوی عطاء الرحمٰن خان صاحب ایم اے کا وجود احمدیت کے لیے آسام میں نہایت ہی مبارک ہے۔ میں نے دو سال کے قیام کے دوران میں ان کو احمدیت کے رنگ میں رنگین پاکر بےحد خوشی اور مسرت محسوس کی۔ نماز عید الفطر ہم نے ان کے بنگلہ واقعہ محلہ لبان شیلانگ میں پڑھی۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے جس قدر دنیاوی رتبہ حاصل ہے اُسی قدر آپ خدمت اسلام اور تبلیغ

احمدیت میں پیش پیش ہیں۔ آپ کا زیادہ تر وقت ترجمہ قرآن کریم میں صرف ہو رہا ہے اور احباب کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ آپ آسامی زبان میں ترجمہ قرآن کریم کر رہے ہیں.... آپ نے اپنی تبلیغی لائبریری جو مجھے دکھائی وہ بذات خود سلسلہ کی نایاب اور قیمتی کتب کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ ہے.... آپ نہ صرف انگریزی کے ہی ماہر ہیں بلکہ اردو، فارسی، بنگالی، آسامی اور عربی میں بھی آپ کو پوری پوری مہارت حاصل ہے اور زبان پشتو جو آپ کو آبائی ورثہ میں ملی اس میں بھی آپ بخوبی گفتگو کر سکتے ہیں۔ آپ آسام جیسے دور افتادہ ملک میں احمدیت کو ترقی دینے کے نہایت خواہشمند ہیں....اس وقت آپ ڈائرکٹر آف محکمہ تعلیم آسام کے ممتاز رتبہ سے ریٹائر ہو کر آسام گورنمنٹ کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں۔‘‘

(الفضل 20/اکتوبر 1944ء صفحہ 4)

آپ نے 27/اگست 1967ء کو آسام میں ہی وفات پائی۔ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا:

’’مرحوم حضرت مولوی محمد امیر صاحبؓ مرحوم کے فرزند ارجمند تھے اور آپ نے گوناگوں خدمات سلسلہ کا موقعہ پایا تھا.... آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیوی لحاظ سے عروج پر پہنچے اور صوبائی وزیر داخلہ کے ممتاز عہدہ پر بھی فائز رہے ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) میں آپ کے مطبوعہ رشحاتِ قلم سے آپ کے اعلیٰ علمی معیار کا علم ہوتا ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ 1936ء کے جلسہ سالانہ پر مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر کا آپ کی صدارت میں انتظام ہوا تھا اور آپ کے تعارف کے طور پر جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے یہ بیان کیا تھا کہ جن ایام میں مَیں ابھی نوجوان ہی تھا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوا تھا تو پروفیسر صاحب محترم کے علم و فضل کی شہرت اس وقت بھی موجود تھی.... آپ نے اپنے اہل وطن کی خدمت و ہدایت کے لیے بغیر کسی خارجی تحریک کے از خود آسامی زبان میں قرآن مجید مع تفسیری حواشی تیار کیا جو بائیسویں پارہ تک مطبوعہ صورت میں مرکز میں موصول ہو چکا ہے اور ان کی ہمشیرہ محترمہ مہر النساء صاحبہ نے جو ایک مخلص خاتون ہیں، تحریر کیا ہے کہ یہ ترجمہ مع حواشی ستائیس پاروں تک حضرت مرحوم نے مکمل کر لیا تھا اور اٹھائیس سے تیس پارے تک انہوں نے ترجمہ کر لیا تھا صرف تفسیر اور پروف اس حصہ کے باقی ہیں.... اپنے ابنائے وطن کو اسلام کے منور اور تابندہ و درخشندہ چہرہ سے روشناس کرانے کے لیے احیائے دین و اعلائے کلمۃ اللہ کا یہ خصوصی شاہکار مکمل کرنے کا شدید جذبہ آپ کے قلب صافی میں موجزن ہونا اور انما الاعتبارُ بالخواتیم کے مطابق زندگی کا اختتام ایسی نیک خدمت میں ہونا آپ کے قابل صد رشک حسن خاتمہ پر دال ہے ....‘‘

(الفضل 7/اکتوبر 1967ء صفحہ 4)

مرتبہ:۔ظہیر احمد خان۔انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

’’بنیادی مسائل کے جوابات‘‘

قسط نمبر 6

سوال: مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کی طرف سے تیار کردہ تربیتی امور سے متعلق سوال و جواب پر مشتمل مسودہ میں ایک سوال ہے کہ احمدیت کے غلبہ کی صورت میں دنیا کی سیاسی فضاء کیسی ہوگی؟ اس کے بارہ میں راہنمائی فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 26 مئی 2018ء میں فرمایا:

جواب: سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی دو حکومتوں کے آپس میں لڑنے اور باقیوں کو ان کے درمیان صلح کروانے کا جو حکم دیا ہے اس میں دراصل یہ پیشگوئی بھی ہے کہ جب ساری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا تو اس وقت بھی ساری دنیا میں ایک حکومت نہیں ہوگی بلکہ الگ الگ حکومتیں ہوں گی۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب احمدیت کا غلبہ ہو گا تو دنیا میں سیاسی لحاظ سے اگرچہ الگ الگ حکومتیں ہوں گی جن کے ملکی قوانین اسلامی قوانین سے نہیں ٹکرائیں گے۔ لیکن اس زمانہ میں سیاست اور روحانیت کے معاملات الگ الگ طے ہوں گے۔ خلافت حقہ اسلامیہ تو ساری دنیا میں ایک ہی ہوگی اور تمام حکومتیں علمی اور روحانی اعتبار سے خلیفۂ وقت سے راہنمائی حاصل کریں گی۔ لیکن ان کے سیاسی معاملات میں خلیفۂ وقت کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ اور کوئی خلیفہ خود فوج لیکر کسی حکومت پر حملہ آور نہیں ہوگا۔

سوال:۔ایک دوست نے سوال کیا کہ نماز میں التحیات پڑھتے وقت جب ہم ’’السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ‘‘ کہتے ہیں تو کہیں ہم شرک کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہوتے کیونکہ یہ الفاظ تو زندہ انسانوں کیلئے بولے جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب عطاء فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 06 جون 2018ء میں فرمایا:

جواب: مستند احادیث سے ثابت ہے کہ تشہد میں پڑھی جانے والی یہ دعا آنحضور ﷺ نے خود صحابہ کو سکھائی اور فرمایا کہ جب تم یہ دعا کرو گے تو تمہاری یہ مناجات زمین و آسمان میں موجود اللہ کے ہر نیک بندہ تک پہنچ جائیں گی۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان)

گویا حضور ﷺ نے خود یہ وضاحت فرما دی کہ تمہاری یہ دعا زندہ لوگوں کو بھی پہنچ رہی ہے اور جو وفات پا چکے ہیں انہیں بھی تمہاری دعا کی برکتیں مل رہی ہیں۔ پس اس قسم کی دعاؤں میں جو مخاطب کا صیغہ یا حرف ندا وغیرہ استعمال ہوتا ہے، اس سے کسی قسم کو وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہماری دعا کا مخاطب تو فوت ہو چکا ہے اس لئے کہیں یہ شرک نہ شمار ہو۔

اس میں شرک والی کوئی بات نہیں کیونکہ جس طرح اس دنیا میں ایک شخص کی آواز کو دوسرے شخص تک پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ذریعہ بنایا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مناجات کو فوت شدگان تک پہنچانے کیلئے اپنے فرشتوں کو ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ جب ہم قبرستان جاتے ہیں تو وہاں پر جو دعا پڑھتے ہیں اس کی ابتداء بھی ’’السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَھْلَ الْقُبُوْرِ‘‘ سے ہی ہوتی ہے جس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ہم ان مردوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں یا وہ ہمارے سامنے موجود ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ السلام علیکم یا اہل القبور جو کہا جاتا ہے کیا وہ مردے سنتے ہیں؟ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’دیکھو! وہ سلام کا جواب وعلیکم السلام تو نہیں دیتے۔ خدا تعالیٰ وہ سلام (جو ایک دعا ہے) ان کو پہنچا دیتا ہے۔ اب ہم جو آواز سنتے ہیں اس میں ہوا ایک واسطہ ہے لیکن یہ واسطہ مردہ اور تمہارے درمیان نہیں لیکن السلام علیکم میں خدا تعالیٰ ملائکہ کو واسطہ بنا دیتا ہے۔ اسی طرح درود شریف ہے کہ ملائکہ آنحضرت ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں۔‘‘

(اخبار بدر مورخہ 16 مارچ 1904ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’فرط محبت یا فرط غم میں غائب کو ندا کی جاتی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ بجسد عنصری موجود ہو بلکہ اظہار محبت کا یہ ایک طریق ہے۔‘‘

(الحکم مورخہ 10 فروری 1904ء)

سوال:۔ایک خاتون نے جنازہ کے ساتھ خواتین کے قبرستان جانے، تدفین کے وقت ان کے مردوں کے پیچھے کھڑے ہونے یا گاڑیوں میں بیٹھے رہنے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مسئلہ دریافت کیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 09 جون 2018ء میں درج ذیل ارشاد فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب: مستند احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے عموماً خواتین کو جنازہ کے ساتھ قبرستان جانے سے منع فرمایا ہے لیکن اس بارہ میں خواتین پر بہت زیادہ سختی بھی نہیں کی گئی اور اگر کسی خاص وجہ

سے کوئی عورت جنازہ کے ساتھ دیکھی گئی تو اس سے آنحضور ﷺ نے درگزر فرمایا۔

زمانہ جاہلیت میں میت پر نوحہ کا بہت زیادہ رواج تھا اور زیادہ تر نوحہ عورتیں ہی کیا کرتی تھیں۔ اسلام نے نوحہ کو حرام قرار دیا تو اس کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی عموماً میت کے ساتھ قبرستان جانے سے منع کر دیا گیا تا کہ ان میں سے کوئی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے تدفین کے وقت واویلے کی صورت پیدا نہ کر دے۔ علماء سلف اور فقہاء نے بھی خواتین کے جنازہ کے ساتھ جانے کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک اور آپؑ کے بعد خلفائے احمدیت کے زمانہ میں عموماً یہی طریق رہا ہے کہ جنازہ پڑھتے وقت عورتوں کو الگ انتظام کے ساتھ نماز جنازہ میں تو شامل ہونے دیا جاتا ہے لیکن تدفین کے وقت عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

پس کسی خاص وجہ کے علاوہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ قبرستان نہیں جانا چاہیئے، لیکن اگر کسی مجبوری کے تحت خواتین کو جنازہ کے ساتھ قبرستان جانا پڑ جائے تو جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں تحریر کیا ہے انہیں تدفین کے وقت اپنی گاڑیوں میں ہی بیٹھے رہنا چاہیئے اور قبر تیار ہونے پر مردوں کے وہاں سے ہٹ جانے کے بعد اگر وہ چاہیں تو قبر پر دعا کرسکتی ہیں۔

سوال:۔ایک دوست نے حضور انور کی خدمت اقدس میں حدیث ثقلین کی ثقاہت کے بارہ میں کچھ روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 29 جون 2018ء میں اس سوال کا درج ذیل بصیرت افروز جواب عطاء فرمایا۔حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔اس بارہ میں دو قسم کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ایک میں كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ کے الفاظ آئے ہیں اور دوسری میں كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي کے الفاظ آئے ہیں۔

كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ والی روایات ثقہ اور مستند ہیں۔قرآن کریم دراصل خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور حضور ﷺ کی سنت اس کلام کی عملی تفسیر ہے، جو دونوں لازم وملزوم اور ہر قسم کے ظن سے پاک ہیں۔ اور یہی وہ دو چیزیں ہیں جن کو مضبوطی سے تھامنے (یعنی ان کے احکامات پر عمل کرنے) والے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔حضرت انس بن مالک نے اپنی موطا میں اسے درج کیا ہے۔

جبکہ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي والی روایات کو اگرچہ صحاح ستہ میں سے بعض کتب نے روایت کیا ہے لیکن امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں درج نہیں کیا۔ علمائے حدیث نے ان روایات پر روایتاً اور درایتاً بہت کلام کیا ہے۔ نیز اسماء الرجال کی کتب میں ان روایات کے راویوں پر بہت زیادہ جرح کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی اسناد میں ضرور کوئی نہ کوئی ایسا راوی ہے جس کی ہمدردیاں اہل تشیع کے ساتھ تھیں۔

ان روایات کے ایک راوی حضرت زید بن ارقمؓ کا اپنا بیان قابل غور ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بہت کچھ جو میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا بھول چکا ہوں۔

ان روایات کے ایک راوی حضرت جابر بن عبد اللہؓ ہیں۔ ان سے مروی ایک مختصر روایت جو صحیح مسلم اور سنن ترمذی نے درج کی ہے اس میں كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي کے الفاظ بیان ہوئے ہیں لیکن حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے یہی روایت جب تفصیل کے ساتھ صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ نے درج کی تو ان میں کہیں وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي کے الفاظ درج نہیں کئے بلکہ صرف كِتَابَ اللّٰهِ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

پس موطا امام مالک، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کی صرف وہ روایات قابل اعتماد اور روایتاً اور درایتاً قابل قبول ہیں جن میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا ذکر ہے یا کتاب اللہ اور حضور ﷺ کی سنت پر چلنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور باقی سب ایسی روایات جن میں کتاب اللہ کے ساتھ أَهْلَ بَيْتِي یا وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي کے الفاظ آئے ہیں، وہ جیسا کہ علمائے حدیث اور ماہرین اسماء الرجال نے بیان کیا ہے، قابل قبول نہیں ہیں۔

سوال:۔ایک دوست نے حدیث الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ) کی روشنی میں دریافت کیا ہے کہ افراد جماعت کیلئے کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا کیوں درست نہیں؟ اس سوال کا جواب عطاء فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 05 اکتوبر 2018ء میں فرمایا:۔

جواب:۔ یہ مکمل حدیث سنن ابی داؤد کتاب الجہاد میں اس طرح درج ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔

گویا اس میں صرف نماز پڑھنے کے بارہ میں ارشاد نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر امیر کی قیادت میں جہاد کرو اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ ادا کرو۔ لیکن آنحضور ﷺ کی اپنی سنت اس سے مختلف ہے کیونکہ حضور ﷺ نے نہ مقروض کی، نہ خیانت کرنے والے کی اور نہ ہی خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ خود پڑھی۔

اسی لئے علمائے حدیث نے اس حدیث کی صحت پر کلام کیا ہے اور اس روایت کی سند پر کئی اعتراضات اٹھائے ہیں۔

علاوہ ازیں کتب احادیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ لَا يَؤُمَّنَّكُمْ ذُو جُرْأَةٍ فِي دِيْنِهِ یعنی کوئی ایسا شخص جو اپنے دین میں بے باک ہو گیا ہو یا دینی احکامات کا خیال نہ رکھتا ہو وہ تمہاری امامت ہرگز نہ کروائے۔

امامت کے حوالہ سے سب سے بڑھ کر وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔یعنی اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہی ہو گا۔ اور یہ حدیث کتب احادیث کی سب سے مستند کتب بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔

حضور ﷺ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ فاسق فاجر کے پیچھے نماز پڑھو، یہ نہیں فرمایا کہ مکفر اور مکذب کے پیچھے نماز پڑھو۔ پس اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا مطلب صرف یہ ہو گا کہ حضور ﷺ دراصل ہمیں ایک انتظامی امر کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ جب اپنے لوگوں میں سے کسی کو امام بنا دیا جائے تو اس کے اعمال میں تجسس کر کے اس کی خامیاں تلاش کرنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ پوری اطاعت کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر کے اس کی قبولیت کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا کرو۔

سوال:۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ سوئٹزرلینڈ کی نیشنل مجلس عاملہ کی مؤرخہ 07نومبر 2020ء کو ہونے والی Virtual ملاقات میں ایک ممبر عاملہ نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تین انگوٹھیاں بنوائی تھیں، دو انگوٹھیاں ہم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک میں دیکھی ہیں، تیسری انگوٹھی کس کے پاس ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا جواب عطاء فرماتے ہوئے فرمایا:۔

جواب:۔ ’’أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ‘‘ والی انگوٹھی حضرت اماں جان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دی تھی اور دوسری انگوٹھی جس پر ’’غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِيْ رَحْمَتِيْ وَقُدْرَتِيْ‘‘ کا الہام درج تھا، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو دی تھی اور ’’مولیٰ بس‘‘ والی انگوٹھی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کو دی تھی۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ والی انگوٹھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دی تھی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد یہ انگوٹھی جو بھی خلیفہ بنے گا، اس کو ملے گی اور بجائے ذاتی ہونے کے خلافت کو منتقل ہو جائے گی۔ لیکن جو دوسری دو انگوٹھیاں تھیں وہ دونوں بھائیوں نے اپنے پاس رکھی رکھیں۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی انگوٹھی جو تھی ان کی وفات کے بعد میرے والد صاحب کے پاس آئی۔ اس کے بعد میری والدہ نے ان کی وفات کے بعد مجھے دیدی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے جب خلافت کا منصب دیا تو میں نے وہ

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

انگوٹھی پہننی بھی شروع کر دی۔ تیسری انگوٹھی جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے پاس تھی، وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات کے بعد حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کو منتقل ہوگئی تھی۔ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کے کوئی اولاد نہیں تھی تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی امۃ الجمیل صاحبہ اور محترم ناصر احمد سیال صاحب ابن حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کے بیٹے کو لے پالک بنایا تھا، اور وہ ان کے ساتھ رہا، ان کے گھر میں پلا بڑھا، تو اس کے بعد انہوں نے وہ انگوٹھی اس کو دیدی وہ آجکل امریکہ میں رہتا ہے۔

سوال:۔ اسی ملاقات مؤرخہ 07 نومبر 2020ء میں ایک اور ممبر عاملہ نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور انور نے گزشتہ روز کے خطبہ جمعہ میں تیسری جنگ عظیم کا ذکر فرمایا تھا۔ اگر یہ جنگ ہوتی ہے تو کیا جماعت احمدیہ کے افراد بھی اس کی زد میں آ سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کا درج ذیل الفاظ میں جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ مثال تو یہ ہے ناں کہ آٹے کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔ ہم گھن تو نہیں ہیں لیکن جب دنیا پہ اثرات ہوں گے تو احمدی بھی اس کی زد میں آئیں گے لیکن ان کی بہت معمولی تعداد ہو گی۔ اسلام کی فتوحات کیلئے جو جنگیں ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی کی تھی کہ جنگیں تم جیتو گے اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جنگیں جیتتے رہے لیکن کیا صحابہ شہید نہیں ہوتے رہے؟ اب بیماریاں آتی ہیں۔ ان بیماریوں کیلئے نشانات آ رہے ہیں، زلزلے آ رہے ہیں، طوفان آ رہے ہیں۔ ان میں بعض دفعہ بعض احمدیوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا کئے رکھیں گے تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

اگر ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے، اس کی تعلیم پہ عمل کرنے والے ہوں گے، اس کے بندوں کے حق ادا کرنے والے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانوں کو بہت کم کر دے گا۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچا لے گا، اور دنیا کو پھر سبق ملے گا۔ لیکن اس سے پہلے اگر ہم یہ حق ادا کر رہے ہیں تو ہمیں دنیا کو بتانا ہو گا کہ ان آفات کی وجہ اور جنگ کی وجہ خدا سے دوری ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا نہ کرنے ہیں۔ اس لئے تم لوگ سنبھل جاؤ۔ جب جنگ عظیم ختم ہو گی تو لوگوں کو پتہ ہو گا کہ ہاں ایک طبقہ، ایک قوم، مسلمانوں کا ایک فرقہ، ایک جماعت ہمیں یہ تلقین کیا کرتی تھی، تب ان کا خدا تعالیٰ کی طرف رجوع پیدا ہو گا۔ اس وقت وہ آپ کی طرف آئیں گے۔

پس اگر تو ہم اپنے حق ادا کر رہے ہیں تو آئندہ جنگ عظیم کے بعد جو جماعت کی ترقی کے نشانات ہیں وہ ہم دیکھیں گے۔ اور اگر ہم حق ادا نہیں کر رہے اور ہمارا بھی دنیا داروں کی طرح حال ہے، دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں، پانچ وقت کی نمازوں کو بھول گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کو بھول گئے ہیں، لوگوں کے حق ادا کرنے کو بھول گئے ہیں تو پھر ہم بھی (اس جنگ کے اثرات کی زد میں) چلے جائیں گے۔ ہماری کوئی گارنٹی تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہوئی ہے کہ تم نے بیعت کر لی ہے تو تم بچ جاؤ گے۔ بیعت کے ساتھ شرائط ہیں، وہ ہم پوری کریں گے تو بچ جائیں گے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آگ سے وہ بچائے جائیں گے جب تم شرائط پوری کرو گے۔ اللہ تعالیٰ سے پیار کا اظہار صرف زبانی نہیں ہو گا بلکہ عملی اظہار ہو گا۔ تب تم بچائے جاؤ گے۔

سوال:۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ بنگلہ دیش کے مربیان کی مؤرخہ 08 نومبر 2020ء کو ہونے والی Virtual ملاقات میں ایک مربی صاحب نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ عموماً نوجوان طبقہ کاروبار یا ملازمت کے سلسلہ میں شہر چلا جاتا ہے، جس سے دیہاتی جماعتوں میں کارکنان اور عہدیدار احباب کی کمی ہوتی جا رہی ہے، اس حالت میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا جواب عطاء فرماتے ہوئے فرمایا:۔

جواب:۔ یہ تو دنیا کا قانون ہے، ہر جگہ دنیا میں اسی طرح ہوتا ہے کہ جو Rural Area، دیہاتی ایریا ہے وہاں سے Urban Area میں Migration ہوتی ہے، شہری علاقہ میں Migration ہوتی ہے۔ اور جہاں قوموں نے ترقی کرنی ہوتی ہے یہ Natural چیز ہے۔ چھوٹے علاقے ہیں، قصبے ہیں، گاؤں ہیں ان کی آبادیاں تیزی سے بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ اگر آبادیاں وہیں رہیں گی اور پڑھ لکھ کے شہر میں نہیں آئیں گی تو پھر ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہ تو نشانی ہے اس بات کی کہ شہروں میں ترقی کے مواقع زیادہ ہیں اور قوم ترقی کر رہی ہے۔ یا پڑھائی کے مواقع زیادہ ہیں اور وہ پڑھائی کر کے آگے بڑھ رہے ہیں۔

ہاں بنگلہ دیش میں آپ کی ایک Economist تھی اس نے Cottage Industry کا سسٹم شروع کیا تھا کہ بجائے باہر جانے کے دیہاتوں میں اور چھوٹے قصبوں میں Cottage Industry ہو اور لوگ وہیں کام کریں اور وہیں ان کو Investment کرنے کے مواقع میسر آجائیں۔ اگر ویسے کوئی مواقع میسر آجائیں تو بڑی اچھی بات ہے، جماعت کے لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور پھر وہاں رہ کے کام کرنا چاہیئے۔ لیکن جو بہت زیادہ پڑھے لکھے ہیں، جن کو تعلیم حاصل کر کے پھر آگے بڑھنے کے زیادہ مواقع میسر آ رہے ہیں، انہوں نے تو ظاہر ہے باہر جانا ہے۔ پھر اس کا یہی علاج ہے کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں وہ اپنا کام زیادہ سے زیادہ نبھانے کی کوشش کریں اور بیعتیں کرانے کی کوشش کریں، زیادہ تبلیغ کریں، لوگوں کو زیادہ جماعت کا تعارف کروائیں اور جو نوجوان نسل نیچے سے اٹھ رہی ہے، اطفال میں سے خدام میں آ رہے ہیں ان میں احساس ذمہ داری پیدا کریں کہ وہ زیادہ سے زیادہ جماعت کا کام کرسکیں۔

دیکھیں حصول معاش کیلئے انہوں نے باہر جانا ہی جانا ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ ایک تو ان علاقوں میں بیعتیں کروائیں، دوسرے جو نئی نوجوان نسل ہے اس کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ جماعت کو سنبھال سکیں۔

طلوع وغروب آفتاب

04فروری 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:39	18:12
مدینہ منورہ	05:42	18:09
قادیان	05:57	18:05
ربوہ	05:36	17:45
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:06	15:59